© rasailojaraid.com

پاکستان میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس
اور
میرے مشاہدات وتاثرات

(۴)

(سعید احمد اکبر آبادی)

کافی وقفہ کے بعد دوسرا سیشن شروع ہوا تو ملیشیا کے ڈاکٹر حاجی قمرالدین اور افغانستان کے نائب وزیر تعلیم مسٹر محمد ولی اللہ سیمبی نے مشترکہ صدارت کی اور حسب ذیل حضرات نے مقالات پڑھے: ترکی کے وزیر اوقاف وامور مذہبی حسن افضائی صاحب، سید علی مختار نائب وزیر سعودی عرب، مسٹر حمدان وزیر امور مذہبی موریطانیا، کپتان محمد جمعہ، اگنڈا، مسٹر ابو بکر مراکو، شیخ صادق رمضان، لیبیا، عمر عبداللہ، مراکو، ڈاکٹر میر دین شوکت پاکستان،

۸ رمارچ کو کانفرنس کا آغاز حسب معمول نو بجے ہوا تو ایران کے ڈاکٹر اے سی نفیسی صدر اور پاکستان کے ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی شریک صدر مقرر ہوئے،

اس نشست میں ایک اہم اور فکر انگیز مقالہ انڈونیشیا کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر محمد ناصر
ڈاکٹر محمد ناصر (Mohd Nasir) نے پڑھا جس کا عنوان تھا "اسلام کا پیغام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جدید انسان"۔ فاضل مقرر نے کہا: "ہمارے عہدِ جدید کی تین اہم خصوصیات ہیں ایک انسان کی عظمت، دوسرے جمہوریت اور تیسرے سائنس اور ٹکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی اور پیش قدمی، اب آئیے یہ دیکھیں کہ ان تینوں کے بارہ میں اسلام کیا کہتا ہے اور اس کی تعلیمات کیا ہیں جہاں تک امر اول کا تعلق ہے اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ انسان کی عظمت اور کائناتِ عالم میں اس کا مرتبہ و مقام اسلام کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض قرار دیا گیا علم کائنات کا امتیاز اسے بخشا گیا۔ اور عالم ارض و سما کی تمام اشیا اس کے لئے مسخر کر دی گئیں۔ اسلام نے ذات پات، رنگ و نسل اور زبان و ثقافت کی تمام حدبندیاں ختم کر دیں اور انسانوں کو وہ حقوق عطا کئے گئے کہ اس معاملہ میں مجلس اقوامِ متحدہ بھی اسلام کی حریف نہیں بن سکتی۔

اب جمہوریت کو لیجئے۔ اصل جمہوریت وہ نہیں ہے جو ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے جمہوریت ہو اور باطناً محض چند ووٹوں کی اکثریت کے بل پر ایک فرد کی نہ سہی ایک پارٹی اور ایک جماعت کی حکومت ہو۔ اس کے برخلاف حقیقی جمہوریت یہ ہے کہ بحیثیت انسان کے ہر ہر فرد کی عظمت کا یقین ہو۔ اس معیار کو سامنے رکھکر آج کل کی جمہوریت، خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ اگر اس کا مقابلہ و موازنہ اسلامی جمہوریت سے کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ حقیقی جمہوریت اسلام میں ہی ہے۔

رہا سائنس اور ٹکنالوجی کا مسئلہ تو دنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عہدِ عروج و ترقی میں سائنس کے مختلف شعبوں میں کس درجہ عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ سب کچھ قرآن کی تحریک اور انسان کی عظمت کے تصوّر کا جو اسلام نے انھیں دیا تھا نتیجہ تھا۔ اس لئے سائنس اور ٹکنالوجی کی موجودہ ترقی اسلام کی ضد نہیں بلکہ عین اس کی تعلیمات کے مطابق اور اس کی روح اور اسپرٹ کے ہم آہنگ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان جدید (MODERN MAN) کی خصوصیات جن کو علمائے مغرب بیان کرتے ہیں۔ وہ سب اسلام کی تعلیمات کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ماڈرن مین بننے کے لئے سیکولر یعنی لامذہب ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ ایک سیکولر ماڈرن اور ایک مسلم ماڈرن مین نیت، ارادہ اور جذبہ کا فرق ہوگا۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے۔ انتہا پسندی خواہ کیسی اور کسی کے لئے ہو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے اور زندگی کا خواہ کوئی شعبہ ہو اس میں اسلام ہدایت ربانی پر چلنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر ناصر نے کہا: یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اگر مادی ترقی روحانی رہنمائی سے الگ ہو تو اس سے ایک ایسا انسان پیدا ہوگا جس کو نہ گھر میں چین نصیب ہوگا اور نہ گھر سے باہر۔ اس کو نہ اپنے ساتھیوں اور ہم جنسوں سے تعلق ہوگا اور نہ اپنے خالق سے اس بنا پر ضروری ہے کہ مادی اور روحانی، یعنی زندگی کی ان دونوں قسموں میں ہم آہنگی اور ربط پیدا کیا جائے۔ اگر کسی ایک پہلو پر زور زیادہ دیا گیا اور دوسرے پر کم تو اس کا نتیجہ ابتری، خلفشار اور بے راہ روی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

شیخ ازہر ڈاکٹر عبد العلیم محمود | میں کیا! سب شرکائے جلسہ نے اس تقریر کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور پسند کیا۔ لیکن شیخ ازہر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی اصول اور تعلیمات کو جدید تصورات کے ساتھ منطبق کرنے کا رجحان بہت خطرناک اور گمراہ کن ہو سکتا ہے۔ اسلامی اصول خدا کے بخشے ہوئے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر وہ ابدی اور ناقابلِ تغیر ہیں۔ اس بنا پر جدید تصورات کے صحت و سقم کو جانچنے کا معیار اسلامی اصول ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے برعکس اگر ایک صدی کے بعد تصوراتِ جدیدہ بدل گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہم اسلامی اصول کو بھی بدل ڈالیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ قرآنِ مجید میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ البتہ ان اصول کی عملی تشکیل کی شکلیں متغیر ہو سکتی ہیں۔ مثلاً قرآنِ مجید میں ہے کہ مسلمانوں کے معاملات و مسائل مشورہ سے طے ہوں۔ لیکن مشورہ کی شکل کیا ہو؟ اس میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔

اس موقعہ پر یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ موجودہ شیخ ازہر بلند پایہ عالم اور بڑے صالح، متقی اور متدین و متشرع ہیں۔ جامع ازہر سے فراغت کے بعد فرانس گئے۔ اور وہاں سے فلسفہ میں ڈاکٹر ہوئے۔ سنہ ۱۹۶۲ء سے سنہ ۶۵ء تک مختلف تقریبات سے میں ہر سال اور ایک مرتبہ سال میں دو بار قاہرہ آتا جاتا رہا ہوں۔ جناب شیخ ازہر سے اسی زمانے سے نیاز حاصل ہے۔ اُن دِنوں میں یہ جامع ازہر کے کلیۃ الشریعہ کے پرنسپل تھے۔ بعد میں شیخ ازہر مقرر ہوئے۔ اپنے خیالات و افکار کے اعتبار سے عام شیوخِ ازہر کے برخلاف مفتی محمد عبدہ اور سید رشید رضا صاحب المنار کے مکتبۂ فکر کے سخت مخالف ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مجمع البحوث الاسلامیہ، قاہرہ کے ایک جلسہ میں انھوں نے اپنی کتاب العقل والدین کا ایک نسخہ مجھکو ازراہِ کرم عطا فرمایا تھا۔ میں نے اسے پڑھا تو دیکھا کہ اس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ دین میں عقل کا کوئی مقام ہی نہیں ہے اور اسی اساس پر مفتی محمد عبدہٗ اور ان کے ہم خیال علماء پر اور خیال ہوتا ہے کہ غالباً سرسید احمد خاں پر بھی سخت اور کڑی تنقید کی گئی تھی۔ اس وقت میں نے ڈاکٹر ناصر کے مقالہ پر شیخ ازہر کا تبصرہ سُنا تو ان کی یہ کتاب یاد آ گئی۔ ورنہ میرے نزدیک یہ تبصرہ بے محل، بے موقع اور غیر ضروری تھا۔

شیخ ازہر کے بعد امامِ حرمِ کعبہ شیخ عبداللہ بن سبیل نے بھی اس مقالہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "فاضل مقرر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ایک مسلمان اور ماڈرن مین میں فرق صرف ارادہ، نیت اور جذبہ کا ہے۔ بلکہ اسلام کی تعلیمات کے تحت مسلمانوں کے بنیادی اوصاف آج کل کی منافقانہ دنیا کے موڈرن مین کے اوصاف سے مختلف ہیں۔ ان دو حضرات کے علاوہ لبنان کے شیخ حسن خالد نے بھی اسی قسم کی بات کہی۔ آخر میں مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمود حسین الصبحی نے پتہ کی بات کہی۔ انھوں نے فرمایا: مقالہ نگار اور ان کے ناقدین میں نتائج کے اعتبار سے ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر محمد ناصر نے اسلام سے متعلق جو کچھ کہا ہے خود اعتمادی اور یقین کے لہجہ میں کہا ہے۔ ماڈرن اور اسلامی تصورات کے مقابلہ و موازنہ میں ان کا اسلوب بیان معذرت خواہانہ (Apo-logetic) ہرگز نہیں ہے۔

پروفیسر روجر آرنلڈ | وقفۂ کافی کے بعد جو اجلاس شروع ہوا وہ لاہور میں کانفرنس کا آخری جلسہ تھا۔ اس میں مصر کے وزیر اوقاف اور ملیشیا کے سر حاجی قمرالدین کی مشترکہ صدارت میں ایک بڑا فاضلانہ مقالہ پروفیسر روجر آرنلڈ (جو فرانس کی پیرس، سولیورن یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز سینٹر کے ڈائرکٹر ہیں) نے پڑھا۔ مقالہ کا عنوان تھا۔ "قرآن اور سنت میں تقویٰ اور عملِ صالح کا مفہوم" اس میں پہلے انھوں نے مستشرقین کے عام قاعدہ کے مطابق، لفظ فضیلت و تفضیل کے مادہ اشتقاق پر تجزیاتی بحث کی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ قرآن کے بیانات کی روشنی میں تقویٰ، طہارت اور نیکی کا تعلق اگرچہ دل اور ارادہ و نیت کی عفت و پاکبازی سے ہے۔ لیکن ان کے جانچنے کا معیار عمل ہے۔ اسی بناء پر قرآن اور حدیث دونوں میں سب سے زیادہ زور عمل پر ہے۔ اگر عمل نہ ہو تو یہ سب الفاظ بے معنی ہیں۔ اسلام جس طرح انفرادی زندگی میں اعلیٰ اخلاق کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطالبہ کرتا ہے اسی طرح اجتماعی زندگی میں بھی اعلیٰ اخلاق پر قائم رہنے کی تاکید کرتا ہے۔

اس مقالہ کے علاوہ چند اور مقالات بھی ہوئے۔ نائجیریا کے پروفیسر ابوبکر اسماعیل بالوگن نے نائجیریا میں اسلام کے داخل ہونے، پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے کی تاریخ بیان کی۔ اور شمالی نائجیریا اور جنوبی نائجیریا میں جو فرق ہے اسے واضح کیا۔ یہ مقالہ خاصہ معلومات افزا تھا۔ توجہ اور دلچسپی سے سنا گیا۔ شرق اردن کے شیخ تیسیر ظبیان نے ہندو پاک کے مسلمانوں کی اسلامی خدمات اور ان کے دینی کارناموں کی بڑی تعریف کی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں علامہ اقبال کے متعدد اشعار بھی مزہ لے لے کر پڑھے۔ اس پر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ موصوف عمر رسیدہ بزرگ ہیں۔ بڑے فاضل اور لائق و قابل ہیں اردن میں عمان کے قریب اوس کہف (غار) کا اکتشاف ہوا ہے جس میں اصحابِ کہف روپوش ہوئے تھے۔ موصوف نے اس پر تحقیق کر کے ایک مقالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ واقعی یہ وہ کہف ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔ گذشتہ نومبر میں جب لکھنؤ کے بعد دلی میں ان سے میری ملاقات ہوئی تھی تو ان کی خواہش تھی کہ میں اس موضوع پر ان کے لکچر کا انتظام کروں مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا اس وقت تقریر میں انھوں نے جو اردو اشعار پڑھے وہ تصدیق اور تصحیح کی غرض سے مجھکو پہلے بھی سُنا چکے تھے۔ اور مجھ کو اس وقت ان کی زبان سے ان اشعار کے سننے میں وہی لطف اور مزہ آیا تھا جو حکیم قاآنی کو اپنے توتلے معشوق کے ساتھ گفتگو کرنے میں آیا تھا۔ اور جس کی محاکات اس نے ایک طویل قصیدہ میں کمال چابکدستی، مہارتِ فن اور قدرتِ بیان سے کی ہے۔ اس مجلس میں پروفیسر جان نیپرٹ (Jan Knappirt) جو بلجیم کی یونیورسٹی آف لووین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Louvain) میں اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر ہیں۔ ان کا مقالہ "اسلام میں نماز کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت" پر نہایت عمدہ اور بصیرت افروز تھا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا پورا واقعہ نقل کر کے بتایا تھا کہ حضور کی کن کن پیغمبروں سے ملاقات اور گفتگو ہوئی۔ اور ان سب سے کس درجہ اخلاقی سبق ہم کو ملتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ نماز بُری اور گندی باتوں سے روکتی ہے۔ موصوف نے علمی طور پر ثابت کیا کہ قرآن کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے۔ بشرطیکہ نماز، دل، دماغ اعضاء و جوارح کے ان آداب و شرائط کے ساتھ ادا کی جائے جن کی تلقین قرآن و حدیث میں کی گئی ہے۔ مقالہ بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور پسند کیا گیا۔ ان مقالات کے علاوہ حسب ذیل مقالات اور پڑھے گئے۔

(۱)۔ "خاتم نبوت کی حیثیت" ڈاکٹر ابو تراب نفیسی (اسکول آف مڈلیسن اصفہان یونیورسٹی۔ ایران) (۲)۔ ڈاکٹر ولید عرفات (برطانیہ) اسلام ایک سماجی اور ثقافتی انقلاب (۳)۔ ڈاکٹر طرزی (ٹیونس) اور (۴)۔ ڈاکٹر چارلس واڈی (انگلینڈ) "اہل کتاب"

کانفرنس کا سوشل پروگرام | لاہور میں کانفرنس کا علمی اور سوشل پروگرام ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ بادشاہی مسجد میں جمعہ کی نماز اور ایک ڈنر کا ذکر آ ہی چکا تھا۔ اس کے علاوہ ۶ رمارچ کو لنچ چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی طرف سے ہوا۔ اس کے بعد چار بجے اہالیانِ لاہور کی طرف سے جو استقبالیہ گلستانِ فاطمہ میں ہوا وہ نہایت عظیم الشان، پر تکلف، دلچسپ اور زندہ دلانِ پنجاب کی روایت کے مطابق تھا۔ یہ گلستانِ فاطمہ وہی ہے جس کا نام انگریزوں کے زمانے میں لارنس گارڈن تھا۔ یہ نہایت وسیع، خوشنما اور دلکش باغ ہے۔ اس کے اطراف میں کہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہیں پہاڑ کا منظر پیدا کیا ہے اور اس پر تفریح گاہیں بنائی ہیں۔ میدان نرم اور ملائم گھاس سے روپوش ہو کر سبزہ زار بنا ہوا۔ اِدھر اُدھر جگہ جگہ تختہائے لالہ و گل جو" نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی " کی مستقل دعوت نظارہ! اسی میدان میں سرسبز و شاداب اور بلند قامت درخت قطار اندر قطار، روشوں میں صاف و شفاف اور سیم آگیں پانی رواں دواں پوری فضا ہمہ نزہت و موسیقی یکسر منبع طرب و نشاط، یہ لارنس گارڈن مجھ کو اس درجہ عزیز اور محبوب تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ کسی دن میں لاہور میں ہوں اور شام کے ڈیڑھ دو گھنٹے یہاں بسر نہ ہوتے ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی کوئی دوست میرے ہمراہ آیا ہو۔ تنہا آتا تھا اور تنہا واپس جاتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ لارنس گارڈن کا نام اب گلستانِ فاطمہ (مس فاطمہ جناح) کے نام پر ہی ہو گیا ہے۔ اس لئے مندوبین کے ساتھ جب یہاں پہونچا تو بیساختہ میری زبان سے نکلا: ارے یہ تو ہمارا لارنس گارڈن ہے اور نظریں اس کے جزو کل کا جائزہ لینے کے لئے آوارہ ہو گئیں۔

استقبالیہ میں اشیائے خورد و نوش کی ریل پیل اور ان کا تنوع کوئی نئی چیز نہیں یہ تو ہر جگہ ہوتا ہی ہے۔ اصل دیدنی چیز تھی یہاں کی زیبائش و آرائش اور اہتمام و انتظام۔ شرکا کی تعداد تین چار ہزار سے کم نہ ہوگی۔ مہمانوں کی نشست کا انتظام پہلی صف میں تھا۔ ان کے بالمقابل ذرا اونچائی پر ایک اور صف تھی جو مہمانوں میں بھی V. I. P قسم کے لوگ تھے۔ ان کے لئے مخصوص تھی۔ اس صف کے پیچھے اور اِدھر اُدھر باقاعدہ یونیفارم میں کھڑے ہوئے رضا کار جنھوں نے بینڈ باجا بھی بجایا۔ قرآن مجید کی تلاوت ہوئی۔ علامہ اقبال کا کلام گا کر سنایا گیا۔ پھر اہالیانِ شہر کی طرف سے خیر مقدمی اڈرس اور اس کے جواب میں مندوبین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نمائندگان کی حیثیت سے چند عرب مندوبین کی تقریریں اور ان کا ترجمہ! مجھکو استقبالیہ کی اس طرح کی تقریریں اور خیر مقدمی اڈریس سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں ہوئی۔ اس لئے تھوڑی دیر میں یہاں بیٹھا اور پھر اٹھ کے یہاں سے ذرا فاصلہ پر سبزہ پر ٹہلنے لگا۔ مغرب کے وقت یہ ہنگامہ ختم ہوا۔ اور ہم سب ہوٹل واپس آ گئے۔ ڈنر پنجاب کے وزیر اوقاف کی طرف سے ہوا۔ دوسرے دن یعنی ۷ مارچ کو شام کے چار بجے استقبالیہ مجلسِ احبار کی طرف سے ہوا لیکن میں اس میں شریک نہ ہو سکا۔ ڈنر انجمن حمایتِ اسلام کی طرف سے ہوٹل ہی میں ہوا۔ ۸ مارچ کو لنچ ایک کمپنی کی طرف سے ہوا۔ شب فارغ تھی اس لئے طعامِ شب خواجہ عبدالرشید کے ساتھ کھایا۔ میرے ساتھ عزیزی میاں اسلم اور ریحانہ بھی مدعو تھے۔ خواجہ صاحب کی بیگم صاحبہ جنھیں میں بھابی کہتا ہوں اعلیٰ اخلاق و کردار کی دیندار اور خدا ترس خاتون ہیں۔ کھانے سے پہلے خواجہ صاحب کی خوبصورت اور پر فضا کوٹھی "الرشید" اور اس میں ان کے کتب خانہ اور میوزیم کا جائزہ لیا۔ یہ دونوں بڑی محنت اور صرف زر کثیر سے مہیا کئے گئے ہیں اور قابلِ دید ہیں۔

جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری | کانفرنس کے نہایت مصروف پروگرام کے باعث شہر میں اپنے اختیار سے کہیں آنے جانے اور ملنے جلنے کا وقت ہی نہیں تھا۔ اس لئے جن احباب سے کانفرنس کے کسی پروگرام میں ہی ملاقات ہو گئی تو خیر! ورنہ کانفرنس کے باہر ملنا آسان نہ تھا۔ انھیں احباب میں جناب حفیظ جالندھری ہیں۔ کانفرنس ہال میں آمنا سامنا ہوا تو بڑے تپاک سے ملے۔ جنگِ عظیم ثانی کے زمانہ میں حفیظ صاحب اپنی انگریز بیوی کے ساتھ قرول باغ میں دفتر برہان کے قریب نور منزل میں رہا کرتے تھے۔ ان سے دوستانہ تو پہلے ہی سے تھا اس لئے کبھی کبھی دفتر میں آتے اور ہم لوگوں سے لطف ملاقات و سخن رہتا۔ حفیظ صاحب کو یہ زمانہ یاد تھا۔ دیر تک اس کا تذکرہ کرتے رہے۔ آج ترقی پسند اور جدید شاعری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا وہ غلغلہ اور ہمہمہ ہے کہ قدیم شاعری کے بڑے بڑے ستون گر گئے ۔ اور ان کی آواز
گلوگیر ہو کر رہ گئی ہے ۔ لیکن اقبال، جگر، اصغر گونڈوی، سیماب اکبر آبادی اور
اختر شیرانی کی طرح حفیظ ان شاعروں میں سے ہیں جن کو نئی نسل بھلانا چاہے بھی
تو بھلا نہ سکے گی ۔ ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی اور پرانی یادیں تازہ ہو گئیں ۔

مسٹر محمد ایوب رومانی اور سید یمین الدین حنفی یہ دونوں اصلاً دلی والے تھے اور مؤخر الذکر
تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی تفسیر حقانی کے خاندان سے ہیں ۔ شروع میں ہی پاکستان
چلے گئے تھے ۔ اور اب وہاں رومانی صاحب تو آل پاکستان ریڈیو کے اسسٹنٹ
کنٹرولر ہیں ۔ اور حنفی صاحب بھی ایک بڑے عہدہ پر ہیں ۔ جس زمانہ میں میں سینٹ
اسٹیفنس کالج ۔ دہلی میں لکچرر تھا ۔ یہ دونوں اس زمانے کے میرے بہت اچھے
اور قابل شاگردوں میں سے تھے ۔ میں نے اپنے شاگردوں سے لڑکے ہوں یا لڑکیاں
ہمیشہ اولاد کی طرح محبت کی ہے ۔ اس لئے مجھ کو بھی محبت کا جواب محبت سے
ملا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر ایوب رومانی نے جب ریڈیو پر میرا نام سنا تو ملنے
کے لئے بے چین ہو گئے ۔ سید یمین الدین حنفی کو فون کیا اور جب وہ ان کے
دفتر پہنچ گئے تو ان کو وہاں چھوڑ کار میں بیٹھ میرے پاس پہنچے ۔ میں اس وقت
کانفرنس میں تھا ۔ ایک رضا کار سے کہلوا کر مجھے ہال سے باہر بلوایا ۔ میں باہر
آیا تو جوشِ محبت میں لپٹ گئے ۔ ۳۵، ۳۶ برس کے بعد ملاقات ہوئی تھی
مگر میں نے بھی انھیں ایک نظر میں پہچان لیا ۔ ان کے اصرار پر کار میں بیٹھ کر
ان کے دفتر پہنچا ۔ یہاں سید یمین الدین حنفی موجود تھے ۔ ان کو بھی میں نے فوراً
پہچان لیا ۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اپنے دونوں عزیز شاگردوں سے ملاقات کر کے
واقعی بڑی خوشی ہوئی ۔ ان دونوں کا بھی حال یہ تھا کہ بچھے جاتے تھے ۔ اِدھر
اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں ۔ کچھ دیر کے بعد پر تکلف چائے آگئی ۔ نصف گھنٹہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگیا۔ تو جب میں کانفرنس کے اختتام پر دوبارہ کراچی سے لاہور آنے پر اُن سے اطمینان کی ملاقات کا وعدہ کرکے رخصت ہونے لگا تو انھوں نے ایک لفافہ میں پانچسو روپے کے نوٹ نذر کیے۔ میں نے اپنی عادت کے مطابق ان کے قبول کرنے سے ہرچند معذرت کی مگر وہ نہ مانے اور بولے کہ یہاں لاہور میں آپ کی جو بچی اور اس کے بچے ہیں ان کو دیدیجیے۔ اور میں نے واقعی ایسا ہی کیا۔ فطرتاً میں روپیہ اپنے پاس رکھ ہی نہیں سکتا۔ مجھے اس سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ دیوبند میں طالبِ علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے جب میں اس آیت پر پہنچا جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی سینت سینت کر رکھتے ہیں قیامت کے دن اسی سونے اور چاندی سے ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا" تو قلب اور دماغ پر جیسے بجلی گر پڑی اور یقین کیجیے اس روز سے میرے تحت الشعور میں روپیہ پیسہ کی طرف سے بے رغبتی اور اس کی کم مقداری کا احساس جاگزیں ہوگیا ہے۔ ایک عربی شاعر کس فخر سے کہتا ہے:

لا یالف الدرھم المضروب صُرّتنا لا یاتیہ الا وھو منطلق

ترجمہ: ٹکسالی سکہ ہماری تھیلی سے مانوس نہیں ہے۔ وہ اس میں داخل ہوا نہیں کہ باہر نکل جاتا ہے

میرپور میں اب لاہور سے میرپور جانے کا پروگرام تھا۔ وہاں کانفرنس نہیں تھی۔ آزاد کشمیر کے مناظر اور ترقیاتی منصوبے دیکھنا مقصد تھا۔ اس ذیل میں وہاں کی حکومت کی طرف سے استقبالیہ بھی پروگرام میں شامل ہوگیا تھا۔ مجھکو وہاں جانے میں تامل تھا کہ کشمیر کا معاملہ ہے کہیں کوئی اور فتنہ کھڑا نہ ہوجائے لیکن میں شروع سے دیکھ رہا تھا کہ کانفرنس میں گورنمنٹ یا پبلک کے کسی شخص نے ہندوستان کا ذکر کبھی برائی سے نہیں کیا۔ امرجنسی کے بعد ہندوستان کے حالات اور یہاں کے مسلمانوں کے معاملات و مسائل پر مجھ سے سوالات ہوئے اور میں نے ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جواب دیئے۔ (مفصل تذکرہ آگے آئے گا) لیکن یہ سب نجی مجلسوں میں ہوا اور بڑے سنجیدہ لب و لہجہ کے ساتھ۔ علاوہ ازیں میرے وہاں جانے پر اگر اعتراض ہوسکتا تھا تو پاکستان گورنمنٹ کو ہوسکتا تھا مگر پاکستان گورنمنٹ نے تو دعوت ہی دی تھی۔ رہی گورنمنٹ آف انڈیا! تو میں نے اپنا دعوت نامہ اور پروگرام سب گورنمنٹ کو بھیجدیئے تھے۔ اور ان کو دیکھکر گورنمنٹ نے بڑی خوشی سے کانفرنس کے پروگراموں میں شریک ہونے کی اجازت دی۔ اور ٹیلی گرام کے ذریعہ مجھکو اس سے مطلع کیا تھا۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ میں "شوقِ دید" کا مارا ہوا ہوں۔ خیال ہوا کہ اگر اس علاقہ کو اب نہیں دیکھا تو پھر کبھی نہ دیکھ سکوں گا ان وجوہ کی بنا پر میں نے فیصلہ کرلیا کہ سب مندوبین کے ساتھ میں بھی آزاد کشمیر چلوں گا۔

لاہور سے روانگی ۹ر مارچ کو راولپنڈی۔ اسلام آباد کے لئے روانگی کا پروگرام یہ تھا کہ صبح آٹھ بجے ہوائی جہاز سے روانہ ہونگے اور پہلے اسلام آباد میں پہاڑوں کا نظارہ کرکے میرپور کا سفر سڑک کے ذریعہ کریں گے مگر ہوا یہ کہ اسی وقت شاہ ایران اور ان کی پارٹی راولپنڈی کے ہوائی اڈہ سے اڑکر لاہور پہنچنے والے تھے ان کی وہاں سے روانگی میں تاخیر ہوئی اس لئے ہم لوگ بھی اپنے ہوٹل سے روانہ نہ ہوسکے۔ آخر ساڑھے گیارہ بجے راولپنڈی کے ہوائی اڈہ کے کھل جانے کا سگنل آیا تو ہم لوگ روانہ ہوئے۔ بارہ بجے کے قریب ہوائی جہاز نے پرواز کی۔ چالیس منٹ میں راولپنڈی پہنچ گئے۔ اب اسلام آباد جانے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اس لئے اعلیٰ درجہ کی ٹورسٹ بسیں اور کاریں ہمارے انتظار میں کھڑی تھیں ان میں سوار ہوکر میرپور کے لئے روانہ ہوگئے۔ ٹھیک یاد نہیں لیکن اندازہ ہے کہ یہاں سے میرپور ڈیڑھ سو کلومیٹر سے کیا کم ہوگا۔ راستہ میں پنجاب کے متعدد بڑے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور شہر پڑتے ہیں، ان پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے تیز رفتاری سے ہم آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آزاد کشمیر کا علاقہ آگیا تو یہاں سے پہاڑی راستوں کے پیچ و خم اور بالائی و پستی کے مناظر شروع ہو گئے۔ منگلا ڈیم یہیں ہے۔ اس کو دیکھنے کا پروگرام تھا۔ مگر وقت کی تنگی کے باعث اُسے بھی ترک کیا۔ بس اس کے پاس سے گذرے تو اس پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ مجھکو ذاتی طور پر اس کا افسوس ہوا کیونکہ وہ واقعی اطمینان سے دیکھنے کی چیز تھی۔ یہ علاقہ جموں و کشمیر کی طرح سر سبز و شاداب اور گلشن بکنار نہیں ہے۔ لیکن پہاڑ پھر بھی پہاڑ ہوتا ہے اور نام بھی کشمیر ہے اس لئے کھلی فضا اور عمدہ آب و ہوا سے طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ چار بجے کے قریب قلعہ پہنچے۔ یہاں استقبال کا بڑا شاندار اہتمام اور انتظام تھا۔ دیر کافی ہوگئی تھی۔ بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ ایک بڑے پنڈال کے نیچے ادھر ادھر صوفہ سیٹ پڑے ہوئے تھے۔ میں ایک کونہ میں ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ کوکا کولا سے ہم لوگوں کی تواضع ہوئی۔ ایک حسین و جمیل اور خوش وضع نوجوان نے مجھے کوکا کولا کی نہایت سرد بوتل پیش کی۔ تو میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے بوتل لے لی مگر پوچھا: یہ تو بتائیے کہ اس کے پینے سے بھوک تو نہیں بڑھ جائے گی۔ نوجوان فوراً میرا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے کہا: کھانا تو آپ حضرات کے انتظار میں ایک بجے سے میزوں پر لگا ہوا ہے۔

بہر حال قرآنِ مجید کی تلاوت کے بعد جناب صدر اور وزیرِ اعظم کی طرف سے مطبوعہ اڈریس انگریزی میں پڑھے گئے۔ اس کے بعد ٹرکی کے وزیرِ اوقاف نے تقریر کی۔ اس پوری کارروائی میں ہندوستان کا کہیں نام نہیں آیا۔ البتہ ٹرکی کے وزیرِ اوقاف نے تقریر کے آخر میں اتنا کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ مجلس اقوامِ متحدہ کی تجویز کے مطابق آپ کو کامیابی ہو۔ لیکن یہ سب کارروائی میری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر موجودگی میں ہوئی۔ اوّل تو جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ مجھ کو استقبالیہ کی رسمی تقریروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ظہر کی نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ اس لئے میں تھوڑی دیر تو یہاں بیٹھا پھر ایک اونچے مقام پر چڑھکر وہاں گیا جہاں غسلخانے بنے ہوئے تھے۔ وہاں دس بارہ مندوبین مجھ سے بھی پہلے کے پہنچے ہوئے تھے اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ جب موقع ملا تو وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر آیا اور پر فضا مقام پر پہنچ کر نماز ادا کی۔ اب واپس آیا تو دیکھا استقبالیہ کی تقریروں سے فارغ ہو کر لوگ کھانے کی میزوں پر پلے پڑ رہے ہیں۔ میزوں پر مرغ و ماہی اور دوسرے الوانِ نعمت کا ہجوم تھا مگر میری مشکل یہ تھی کہ میں بے وقت کھانا نہیں کھا سکتا۔ اس لئے بھوک تو تھی ہی، سیخ کے کباب گرم گرم آ رہے تھے۔ دو تین کباب لے کر رکھے ہی کھا لئے۔ البتہ جب اعلیٰ قسم کی آئس کریم کا دور چلا تو اس کی دو پیالیاں اور پھر کچھ پھل کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بس اس طرح طعام شب تک کا سہارا ہو گیا۔

کھانے سے فراغت کے بعد ہی فوراً واپسی ہو گئی۔ سات بجے کے قریب ہوائی اڈہ پہنچے۔ یہاں چارٹرڈ ہوائی جہاز جو سب کو ایک ساتھ لے جائے، اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے مسافروں کو آگے پیچھے مختلف پروازوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ ۸ / مارچ کو جناب حکیم عبدالحمید صاحب بھی لاہور پہنچ گئے تھے اور اس وقت ہمارے ساتھ تھے۔ حکیم محمد سعید صاحب نے میرے اور اپنے برادر بزرگ کے لئے پہلی پرواز میں ہی پشاور کے لئے روانگی کا بندوبست کر دیا تھا۔ اس لئے ۸ بجے شب میں ہم راولپنڈی سے اڑے اور نصف گھنٹے میں پشاور پہنچ گئے۔

مسلسل

© rasailojaraid.com